سبعہ معلقات؛ تعارف، اہمیت اور منتخب اشعار

تاریخی پس منظر:

انسانی دلچسپیوں اور نفسیاتی عوامل میں شعر کو بڑی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ طبیعتیں اس کی طرف مائل ہوتی ہیں، اس کو پسند کرتی ہیں اور اس سے اچھا یا برا سبق لیتی ہیں۔ یہی معاملہ زمانۂ جاہلیت میں بھی تھا۔ جاہلیت میں شعر؛ عرب کا علمی دیوان، ان کے نسب و فخر کی دلیل اور ان کی عقل و حکمت کی انتہا سمجھا جاتا تھا۔ وہ اپنے بیشتر معاملات میں اشعار ہی کو دلیل اور حجت کے طور پر پیش کرتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"الشِّعرُ دِیوانُ العَرَبِ".

ترجمہ: شعر عربوں کا دیوان (یادگارِ علم) ہے۔

مکہ مکرمہ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور خاص طور پر خانہ کعبہ کی وجہ سے جو مرکزیت حاصل تھی، اس کی بنا پر پورے عرب کے لوگ موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے تھے۔ وہاں پر بڑے بڑے تجارتی میلے اور بازار لگا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں خرید و فروخت اور دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کی بڑی بڑی مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں۔

عرب کے کونے کونے سے شعراء اور سامعین ان مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ ان مجلسوں میں شعراء کے لیے ایک اونچا اسٹیج بنایا جاتا تھا، جس پر وہ چڑھ کر اپنا قصیدہ اور اس کے اشعار پڑھتے تھے۔ وہاں پر بڑے بڑے نامور شعراء اور اہلِ فہم و فراست لوگ موجود ہوتے تھے، جن میں سب سے زیادہ اہمیت قریش کے سرداران کو حاصل ہوتی تھی۔ ان سرداران کی موجودگی میں پڑھے جانے والے قصائد میں سے جس قصیدے کو سب سے زیادہ پسندیدگی حاصل ہوتی، اور جسے سب سے

اچھا سمجھا جاتا، وہ قصیدہ پورے عرب میں مشہور ہو جاتا۔ اور جس قصیدے کو تمام لوگ متفقہ طور پر پسند کرتے، اسے ریشمی کپڑے پر سونے کے پانی سے لکھ کر کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا دیا جاتا تھا۔ شاہانِ وقت بھی ان قصائد کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اپنے خاص خزانہ میں لکھوا کر رکھا کرتے تھے۔

زمانۂ جاہلیت کے اشعار، قصائد اور نظموں کو کئی لوگوں نے کتابی صورت میں محفوظ کیا۔ ان میں سے چند مشہور کتب کے نام درج ذیل ہیں:

1 المعلقات السبع

مرتب: حماد الراویہ؛ وفات: 155ھ

المعلقات وہ قصائد ہیں جو دورِ جاہلیت کے طویل اور اعلیٰ پایہ اشعار پر مشتمل ہیں۔ انہیں عربی شعر کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ انہیں "معلقات" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یا تو یہ کعبہ کے پردوں پر لٹکائے جاتے تھے، یا اس لیے کہ یہ اپنے جمال اور بلاغت کی بنا پر لوگوں کے اذہان میں راسخ ہو جاتے تھے۔

2 دیوان المفضلیات

مرتب: المُفَضَّل بن محمد بن یعلی بن عامر الضَّبِّی الکوفی؛ وفات: 178ھ

یہ معلقات کے بعد سب سے قدیم شعری مجموعہ ہے، جس میں 128 قصائد اور قطعات شامل ہیں، جو جاہلی، مخضرم اور ابتدائی اسلامی عہد کے شعراء کا کلام ہے۔ یہ جاہلی شاعری کا معتبر ترین ماخذ شمار کیا جاتا ہے کیونکہ مؤلف نے صحیح روایت کا خاص اہتمام کیا۔

خصوصیات:

1. شعراء کے انتخاب میں تنوع سے کام لیا گیا ہے۔ یعنی جاہلی، مخضرمی اور اسلامی شعراء؛ تینوں کے کلام سے انتخاب کیا گیا ہے۔
2. صرف معتبر زبانی روایات پر اعتماد کیا گیا ہے۔

3. کتاب کو سادہ اور واضح اسلوب میں تحریر کیا گیا ہے۔

3 الاصمعیات

مرتب: ابو سعید عبد الملک بن قریب بن عبد الملک بن علی بن اصمع الباهلی البصری؛ وفات: 213ھ

یہ شعری مجموعہ لغت اور گرامر کے مشہور امام اصمعی نے اپنی روایات سے مرتب کیا، جس میں جاہلی اور مخضرم شعراء کا کلام شامل ہے۔

خصوصیات:

1. اس مجموعہ کی سب سے اہم خصوصیت لغت، زبان اور ادب پر بھرپور توجہ ہے، اسی وجہ سے یہ ادبی اور لغوی دونوں اعتبار سے ایک معتبر مرجع ہے۔
2. ایسے نادر شعراء کا کلام بھی موجود ہے جن کا کلام دوسری کتب میں نہیں ملتا۔
3. کتاب میں بلاغت اور جاہلی اسلوب کے عمدہ نمونے اکٹھے کیے گئے ہیں۔

4 دیوان الحماسۃ

مرتب: ابو تمام حبیب بن اوس بن الحارث الطائی؛ وفات: 231ھ

عباسی دور کے مشہور قصیدہ گو شاعر ابو تمام نے اس دیوان میں جاہلی اور اسلامی اشعار سے بہترین انتخاب پیش کیا ہے۔ یہ دیوان حسنِ انتخاب اور بلاغت کی عمدہ مثال سمجھا جاتا ہے۔

خصوصیات:

1. اشعار و قصائد کا انتخاب نہایت عمدہ اور نفیس ہے۔
2. کتاب کو مختلف ابواب میں منقسم کیا گیا ہے اس وجہ سے کتاب میں بھرپور موضوعاتی تنوع پایا جاتا ہے مثلاً شجاعت، حمیت، عصبیت، فخر، مرثیہ، نسب وغیرہ۔
3. حسنِ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے یہ مجموعہ بے مثل سمجھا جاتا ہے۔

5 کتاب الاغانی

مرتب: ابو الفرج علی بن الحسین بن محمد بن احمد بن الھیثم القرشی الاموی الاصفھانی؛ وفات: 356ھ

یہ ایک ضخیم موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) ہے، جس میں مصنف نے شعراء کے حالات، ان کی مجالس اور سینکڑوں جاہلی و اسلامی اشعار جمع کیے۔

خصوصیات:

1. یہ کتاب؛ ادب، تاریخ، نقد اور سیرت کا جامع اور بے نظیر مجموعہ اور مرجع ہے۔
2. اس میں ایسے بہت سے اشعار بھی ہیں جو دیگر دیوانوں میں محفوظ نہیں۔
3. اس میں گمنام جاہلی شعراء کے بارے میں قیمتی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

ہم اس محاضرہ میں ان کتب میں سے سب سے معروف یعنی "المعلقات السبع" پر گفتگو کریں گے، اور ہر معلقہ کے چند منتخب اشعار کا اردو ترجمہ بھی ذکر کریں گے۔ نیز، ہم شعراء کے حالاتِ زندگی، ہر معلقہ کے اہم مضامین اور ان کی نمایاں خصوصیات کا بھی جائزہ لیں گے۔

ان کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت المعلقات کی ہوئی، جسے مشہور مؤرخ، وقائع نگار، عربی لغت اور شعر کے سب سے بڑے ماہر حماد ابن ابی لیلی الراویۃ (م 155ھ) نے جمع کیا۔ ان کا لقب ہی "الراویہ" پڑ گیا تھا، کیونکہ وہ اشعار کی روایت کثرت سے کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ولید بن یزید کی مجلس میں دو ہزار سات سو قصائد زبانی سنائے تھے۔

حماد الراویہ نے اس کتاب کا نام "المشھورات" رکھا تھا، مگر بعد میں لوگ اسے "المعلقات" کے نام سے یاد کرنے لگے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا اصل نام تاریخ کے اوراق میں ہی باقی رہ گیا۔ عوام وخواص میں یہ مجموعہ اب "سبعہ معلقات" کے نام سے مشہور ہے۔ ان سات معلقات میں سے اکثر وہ قصائد ہیں جو بازارِ عکاظ میں پڑھے گئے تھے۔

معلقات کو ایک اور نام "المُذَهَّبات" بھی دیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے " : سونے سے لکھے ہوئے کلام "۔ انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ یا تو انہیں سونے سے لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکایا جاتا تھا، یا اس لیے کہ ان کا مضمون سونے جیسے قیمتی خیالات پر مشتمل ہوتا تھا۔

ان اشعار کو "القصائد الطوال "یعنی طویل قصائد بھی کہا جاتا ہے۔

سبعہ معلقات کی مشہور شروحات

سبعہ معلقات کی کئی شروح لکھی گئی ہیں، جن میں سے نمایاں درج ذیل ہیں:

ابو بکر محمد بن القاسم الانباری (متوفیٰ 328ھ)

ابو جعفر احمد بن محمد النحاس النحوی (متوفیٰ 338ھ)

القاضی الامام المحقق ابو عبد اللہ حسن بن احمد بن الحسین الزوزنی (متوفیٰ 486ھ)

ابوزکریا یحیی بن علی بن الخطیب التبریزی (متوفیٰ 502ھ)

تاہم ان سب میں سب سے زیادہ شہرت جس شرح کو حاصل ہوئی وہ علامہ زَوزَنی کی شرح ہے۔ "زوزن" خراسان اور ہرات (موجودہ افغانستان) کے درمیان ایک مشہور شہر تھا، اسی نسبت سے انہیں "زوزنی "کہا جاتا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے علامہ زوزنی کو نحو اور لغت میں "امام العصر " قرار دیا ہے۔ دنیا بھر میں علامہ زوزنی کی شرح سب سے زیادہ مقبول اور معروف ہے، جو برصغیر کے مدارس اور عرب دنیا میں سبعہ معلقات کے ساتھ شائع ہوتی ہے اور پڑھائی جاتی ہے۔

شعر کی تعریف اور شرعی حدود و حیثیت:

الشِّعرُ: کلامٌ موزونٌ مُقفًّی، یدلُّ علی معنیً، ویقصد به التأثیر فی النفوس

ترجمہ: شعر وہ کلام ہے جو موزوں (وزن میں ہو)، مقفیٰ (قافیہ دار) ہو، اور معنی پر دلالت کرتا ہو، نیز دل پر اثر ڈالنے کی غرض سے کہا گیا ہو۔

قرآن کریم نے شعر کو شانِ نبوت کے لائق تو قرار نہیں دیا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿٦٩﴾

سورۃ یٰس، آیت:69

ترجمہ: اور ہم نے ان پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعری نہیں سکھائی اور وہ ان کے شایانِ شان بھی نہیں۔ یہ تو فقط ایک نصیحت اور واضح قرآن ہے۔

یہ اس بات کی تاکید ہے کہ قرآن کریم وحی الٰہی ہے نہ کہ شاعری، اور رسول ﷺ کوئی شاعر نہیں بلکہ نبی ہیں۔

البتہ دیگر شعراء کے لیے نفی اور اثبات دونوں کے ساتھ بیان کیا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۙ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۠﴿٢٢٧﴾

اور رہے شاعر لوگ؛ تو ان کی پیروی بھکے ہوئے لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی [خیال] میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور وہ ایسی باتیں کہا کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔ سوائے ان شاعروں کے جو ایمان لائے، جنہوں نے نیک اعمال کیے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا۔ اور ظالم لوگوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں فضول گو شعراء کی مذمت کے ساتھ ساتھ اچھے شعراء کی تحسین کی گئی ہے، جو ایمان، عمل صالح اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ شاعری کریں۔ البتہ پہلی قسم کے شعراء کے اشعار

میں بھی اگر حکمت و دانائی کی باتیں ہوں یا ان کو لغت، نسب، جغرافیہ، الفاظ معانی کی تلاش وغیرہ جیسے مقاصد کے تحت پڑھا پڑھایا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ بلکہ یہ ایک مستحسن عمل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان اشعار کا پڑھنا اور سننا اور خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اشعار کا سننا ثابت ہے۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَالَ: "إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً."

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :بیشک کچھ شعر حکمت و دانائی پر مبنی ہوتے ہیں“۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری اگر حکمت پر مبنی ہو تو قابلِ قدر ہے۔

قرآن و سنت میں شاعری کو کلی طور پر نہیں روکا گیا بلکہ مفید شاعری کی تعریف کی گئی ہے۔ اسلامی حدود شاعری کی حلت و حرمت کا دار و مدار مضمون پر ہے۔ اسلام میں شاعری کے لیے درج ذیل اخلاقی و دینی حدود بیان کی گئی ہیں:

- حلال و اخلاقی موضوعات مثلاً توحید، رسالت، حمدِ خداوندی، مدح رسول ﷺ، حکمت، اخلاق، اصلاح، دعوت وغیرہ سے متعلق شاعری ایک دینی خدمت ہے اور اس پر بہت اجر ہے۔
- اسی طرح ترغیب یا اصلاح اور قوم و ملت یا فرد کی اصلاح کے لیے شاعری بھی جائز و مطلوب ہے۔
- البتہ باطل و فحش کلام، جھوٹ، غیبت، فحاشی، ہجو، غلو وغیرہ سے متعلق اشعار قابل مذمت اور حرام ہیں۔

قرآن و سنت کی تفہیم میں اشعار جاہلی کی حیثیت

دورِ جاہلیت میں عرب معاشرہ شاعری کو تمدنی، تاریخی، جنگی اور اخلاقی اظہار کا سب سے مؤثر ذریعہ سمجھتا تھا۔ قبیلوں کی عزت، ذلت، شہرت یا گمنامی کا دار و مدار اکثر شعراء اور ان کے کلام پر ہوتا تھا۔ یہ اشعار ہی ان کے اس معاشرے کی فصیح زبان اور مفاہیم کے اظہار کا اصل ذریعہ تھے۔ چونکہ قرآن کریم کی زبان فصیح عربی قریشی لہجہ اور لغت پر مبنی ہے، لہٰذا اس کے الفاظ، تراکیب، محاورات، اور اشارات کی تفہیم میں دورِ جاہلیت کے عربی اشعار کی بھی بہت اہمیت ہے۔ دور جاہلی کے اشعار قرآن کریم کے اسالیب، الفاظ اور بلاغت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

مفسرین کرام اپنی تفاسیر میں بارہا دورِ جاہلی کے اشعار لاتے ہیں، الفاظ و بلاغتِ قرآنی کی توضیح میں شعر جاہلی سے استدلال کرتے ہیں اور شعر جاہلی کو معانی، مفردات، کنایہ، مجاز اور قبائلی عرف کے فہم کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی طرح محدثین کرام بھی لغت و بلاغت کی مشکل الفاظ کی تشریح کے لیے شعر جاہلی سے استدلال کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ شعرِ جاہلی محض عربوں کی فنی میراث نہیں، بلکہ قرآن و حدیث کی زبان کو سمجھنے کے لیے ایک زندہ لغت، ایک تاریخی قاموس، اور ایک فصیح و بلیغ ذائقہ ہے۔

قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ – رَضِيَ اللهُ عَنْهُ – عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللهِ – عَزَّ وَجَلَّ –: ﴿أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ﴾، فَسَكَتَ النَّاسُ، فَقَالَ شَيْخٌ مِنْ بَنِي هُذَيْلٍ: هِيَ لُغَتُنَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، التَّخَوُّفُ: التَّنَقُّصُ.

فَخَرَجَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا فُلَانُ، مَا فَعَلَ دِينُكَ؟ قَالَ: تَخَوَّفْتُهُ، أَيْ: تَنَقَّصْتُهُ؛ فَرَجَعَ فَأَخْبَرَ عُمَرَ. فَقَالَ عُمَرُ: أَتَعْرِفُ الْعَرَبُ ذَلِكَ فِي أَشْعَارِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ؛ قَالَ شَاعِرُنَا أَبُو كَبِيرٍ الْهُذَلِيُّ يَصِفُ نَاقَةً تَنَقَّصَ السَّيْرُ سَنَامَهَا بَعْدَ تَمَكُّهِ وَاكْتِنَازِهِ:

تَخَوَّفَ الرَّحلُ مِنهَا تَامِكًا قَرِدًا

كَمَا تَخَوَّفَ عُودَ النَّبعَةِ السَّفَنُ

فَقَالَ عُمَرُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِدِيوَانِكُمْ شِعْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنَّ فِيهِ تَفْسِيرَ كِتَابِكُمْ وَمَعَانِيَ كَلَامِكُمْ.

تفسیر قرطبی؛ تحت سورۃ النحل آیت 47

ترجمہ: سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، تو آپ نے پوچھا: "اے لوگو! تم اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ﴿أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ﴾ (یعنی: اللہ اُنہیں آہستہ آہستہ پکڑ لے)؟"

تو لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر قبیلہ بنی ہذیل کا ایک بزرگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: "اے امیر المؤمنین! یہ تو ہماری زبان ہے۔ 'التخوّف' کا مطلب ہوتا ہے 'تنقّص' یعنی کسی چیز میں آہستہ آہستہ کمی واقع ہونا۔"

اس کے بعد ایک شخص باہر نکلا، اور اس نے کسی دوسرے سے پوچھا:

"اے فلاں! تمہارے دین کا کیا حال ہے؟" تو اس نے جواب دیا: "میں نے اس میں تخوّف کیا" یعنی "میں نے اس کو کمزور کر دیا"۔ پھر وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور یہ بات بتائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا": کیا عرب (زمانۂ جاہلیت میں) اپنے اشعار میں بھی اس معنی کو استعمال کرتے تھے؟" اس نے کہا: جی ہاں، ہمارے قبیلہ کا مشہور شاعر ابو کبیر الہذلی اپنی اونٹنی کا حال بیان کر رہا ہے جس کا کوہان مسلسل سفر، مشقت اور چلنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ گھٹنے لگا:

اُس اونٹنی سے کجاوہ آہستہ آہستہ کم ہونے لگا

جیسے نبعہ کی لکڑی کو رندہ رفتہ رفتہ چھیلتا ہے

توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ تم اپنے دیوانِ شعر یعنی جاہلیت کے اشعار کو محفوظ رکھو، کیونکہ انہی میں تمہارے قرآن کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی موجود ہیں۔"

تفسیر قرطبی میں ہی ایک دوسرے مقام پر ہے:

وَالْفَطْرُ: الِابْتِدَاءُ وَالِاخْتِرَاعُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ لَا أَدْرِي مَا فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، حَتَّى أَتَانِي أَعْرَابِيَّانِ يَخْتَصِمَانِ فِي بِئْرٍ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا فَطَرْتُهَا، أَيْ: أَنَا ابْتَدَأْتُهَا.

تفسیر قرطبی؛ تحت سورۃ فاطر آیت 1

فطر کا مطلب "ابتداء اور ایجاد (نئے سرے سے پیدا کرنا)" ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنیہ فرماتے ہیں: "میں نہیں جانتا تھا کہ ﴿فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آسمانوں اور زمین کے فاطر) کا کیا مطلب ہے، یہاں تک کہ دو بدوی (دیہاتی) میرے پاس ایک کنویں کے معاملے میں جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: 'أَنَا فَطَرْتُهَا' یعنی 'میں نے اس کنویں کو سب سے پہلے شروع کیا ہے (سب سے پہلے کھودا ہے)'۔ تب مجھے پتہ چلا کہ 'فاطر' کا مطلب ہوتا ہے: 'جس نے کسی چیز کو ابتداءً پیدا کیا ہو۔'"

دو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی یہ دو مثالیں شعر جاہلی کی تعلیم کی اہمت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

پہلا معلقہ۔ از امرء القیس

تعارف و مقام:

پورا نام اَمرُؤُ القَیس بن حُجُر الکِندي ہے۔ امرؤ القیس کا تعلق مشہور عرب قبیلہ کِندہ سے تھا۔ ان کے والد حُجر بن الحارث الکندی یمن کے بادشاہوں میں سے تھے، جو اپنی حکمرانی اور جاہ و جلال میں معروف تھے۔ امرؤ القیس کا نام مختلف کتب میں مختلف انداز میں لیا جاتا ہے: جیسے: امرؤ القیس، ابن حجر، ذو القروح، الملک الضلیل وغیرہ۔ اس کی کنیت ابو وھب ہے۔ اور لقب ذُو القُرُوح (چیچک کی بیماری کی وجہ سے)، اور الملک الضلیل (گم شدہ یا گمراہ بادشاہ)۔

امرؤ القیس سے عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کے لوگ بھی واقف ہیں اور مختلف زبانوں میں اس کی شاعری کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ امرائو القیس بادشاہ زادہ تھا۔ اس کے والد اسے بادشاہ بنانا چاہتے تھے مگر اس نے بادشاہت پر عیاشی اور آوارگی کو ترجیح دی۔ اس کی شاعری میں حسن و عشق کی فطری عکاسی ملتی ہے۔ وہ محبوبہ کے کھنڈرات پر رونے والا پہلا شاعر تھا۔ اس کے قصیدے کا پہلا ہی شعر اس مضمون کو لیے ہوئے ہے۔ اسی کی وجہ سے قدیم عربی شاعری میں "الوقوف علی الاطلال" کی بنیاد پڑی اوراسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر شعراء بھی "اطلال" پر آنسو بہاتے رہے۔ امراؤ القیس کا یہ طرز عربی شاعروں کے لیے زبردست محرک ثابت ہوا اور شاعروں نے ویران کھنڈرات کو اپنی شاعری میں آباد کر دیا اور "اجڑے دیار" کو ابدی زندگی عطا کر دی۔ امراؤ القیس نے جن الفاظ اور فطری تشبیہات کا استعمال کیا ہے، ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی تشبیہات میں کمال درجے کی جدت وندرت پائی جاتی ہے۔

امرؤ القیس کو جاہلی دور کا پہلا بڑا شاعر تصور کیا جاتا ہے، جس نے عشق، فطرت، اور جنگ کے مضامین کو شعر کے قالب میں بے مثال انداز سے پیش کیا۔ اس کے اشعار میں زندگی کی رنگینیاں، فطری مناظر، رومانویت، شکار اور ہجرت جیسے موضوعات غالب ہیں۔ اس کی زندگی عیاشی، عشق و شباب، اور پھر انتقام کی جدوجہد سے بھرپور تھی۔ اس کے والد حُجر کو ایک دشمن قبیلے "بنو اسد" نے قتل کر دیا تھا، جس کے بعد امرؤ القیس نے انتقام کی مہم شروع کی۔ اس مہم میں وہ ناکام رہا، اور پھر آخر میں مایوسی کی حالت میں روم کے شہنشاہ قیصر کے دربار پہنچا، مگر وہاں سے بھی مایوس ہوا۔ بعض روایات

کے مطابق قیصر روم نے اسے ایک زہر آلود خلعت دی، جس کو پہننے کے بعد اس کے جسم میں زہر کا اثر ہو گیا اور وہ اسی حالت میں واپسی کے سفر میں انقرہ (ترکیہ) میں فوت ہوا۔

روایت ہے کہ جب اسے باپ کے قتل کی خبر ملی تو پکار اٹھا:

ضَيَّعَنِي صَغِيرًا، وَحَمَّلَنِي دَمَهُ كَبِيرًا، لَا صَحْوَ الْيَوْمَ وَلَا سُكْرَ غَدًا، وَالْيَوْمَ خَمْرٌ، وَغَدًا أَمْرٌ.

"اس (باپ) نے کم عمری میں مجھے ضائع کیا اور بڑے ہو کر اپنے خون کا بدلہ مجھ پر ڈال دیا، نہ آج ہوش ہے نہ کل مستی، آج شراب ہے، کل جنگ۔"

اس دن اس نے خوب شراب نوشی کی اور اس کے بعد پھر موت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

امرؤ القیس کی وفات کی حتمی اور درست تاریخ واضح نہیں، لیکن محققین کے مطابق یہ 530 تا 540ء کے درمیان ہوئی۔ یعنی اس کی وفات اسلام سے تقریباً 80-90 سال قبل ہوئی، لہٰذا وہ دورِ اسلام سے قبل ہی فوت ہو چکا تھا اور زمانۂ نبوی ﷺ نہیں پایا۔

سبعہ معلقات میں امتیازی مقام:

امرؤ القیس کی قصیدہ گوئی کو اتنا بلند مقام حاصل ہوا کہ اس کا معلقہ، سبعہ معلقات میں سرفہرست رکھا گیا۔ عربی ادب کے نقاد اور محققین اس کے کے کلام کو جاہلی شاعری کا نمونہ قرار دیتے ہیں۔

امرؤ القیس نے قصیدہ گوئی کے جس فنی ڈھانچے کو تشکیل دیا، وہ بعد کے تمام جاہلی و اسلامی شعراء کے لیے نمونہ بن گیا۔ امرؤ القیس کے کلام خصوصا اس کے معلقہ کی نمایاں باتیں اور اہم مضامین درج ذیل ہیں:

1. تشبیب (محبوبہ کی یاد اور اس کے حسن کی منظر کشی)
2. رثاء الخلیل (ساتھی کی موت کا نوحہ)
3. وصف الطلَل (اجڑ چکے خیموں کا ذکر)
4. فخر اور حماسی انداز

بلاغت و فصاحت کا شاہکار شاعر:

امرؤ القیس کے اشعار فصاحت، تشبیہ، مجاز اور محاکات کے عمدہ نمونے ہیں۔ ان کی زبان، انداز، تمثیل اور منظر نگاری بعد کے تمام عرب شعرا کے لیے "مدرسہ" بن گئی۔ حتی کہ عربی شعر کے محققین کے مطابق اگر کسی بھی شاعر کو امرؤ القیس سے تشبیہ دی جائے تو یہ اس کے مقام کو پانے کی کوشش نہیں بلکہ اس کے مقام و مرتبہ کی بلندی اور اس سے دوسروں کی عاجزی کے اظہار کی وجہ سے ہوتی ہے۔

امرؤ القیس کے ہاں فطرت، بارش، بجلی، عورت، اونٹ، گھوڑے اور تلوار کی تصویریں محاکاتی انداز میں دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے معلقہ کا یہ مشہور شعر:

مِكَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعًا
كَجُلْمُودِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّيْلُ مِنْ عَلِ

ترجمہ: "ایسا گھوڑا جو کبھی آگے بڑھے، کبھی پیچھے ہٹے، ایک ساتھ آگے پیچھے ہو جائے، گویا سیلاب سے گرنے والا پتھر۔"

یہ حماسی تشبیہات عرب ادب کی کلاسیکی مثالوں میں شمار ہوتی ہیں۔

عرب کے اکثر شعراء پر پر اس کی شاعری کا گہرا اثر رہا۔ اسلامی ادب میں بھی امرؤ القیس کا حوالہ اکثر لغت، نحو، عروض، اور بلاغت کے مباحث میں دیا جاتا ہے۔

منتخب اشعار

قِفا نبكِ من ذِكری حبيبٍ و منزلِ ... بِسقطِ اللّوی بینَ الدَّخولِ فَحَوْمَلِ

اے میرے دونوں دوستو! رکو؛ تاکہ ہم سب محبوب اور اس کے مکان پر آنسو بہالیں۔ وہ مکان جو ریت کے ٹیلے کے کنارے پر، مقام دخول اور حومل کے درمیان ہے۔

فتُوضِحَ فالْمِقراةِ لم يَعْفُ رَسْمُها ... لما نَسَجَتْها من جنوبٍ وشَمْأَلِ

جس کے ایک طرف مقام توضح اور دوسری جانب مقراۃ واقع ہیں۔ اس مقام کے نشانات ابھی تک مٹے نہیں ہیں؛ شمالی اور جنوبی ہواؤں کے چلنے کے سبب سے۔

تری بَعَرَ الأَرْآمِ في عَرَصاتِها ... وقيعانها كأنَّهُ حَبُّ فُلْفُلِ

تمہیں سفید ہرنوں کی مینگنیاں اس کے صحنوں میں، اور اس کے میدانوں میں یوں بکھری نظر آ رہی ہیں، جیسے وہ سیاہ مرچ کے دانے ہیں۔

كأني غَداةَ البَينِ يَوْمَ تَحَمَّلوا ... لدى سَمُراتِ الحيّ ناقِفُ حَنظلِ

میں اس جدائی والے دن؛ جب کہ وہ لوگ روانہ ہو رہے تھے، تو میں قریب ہی ببول کے درختوں کی آڑ سے یہ منظر دیکھ کر یوں آنسو بہا رہا تھا، جیسے کوئی حنظل توڑنے والا ہو۔

وُقوفاً بها صَحْبِي عَلَيّ مَطِيَّهُمْ ... يقولونَ لا تهلِكْ أسىً وتَجَمَّلِ

میرے دوستوں نے میری بات سن کر اپنی سواریاں وہاں روک لیں۔ اور کہنے لگے: تم مارے افسوس کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، اور صبر جمیل سے کام لو۔

یہ پہلے پانچ اشعار ہیں۔ جن میں وقوف علی الطلال اور رثاء علی الخلیل کیا گیا ہے۔

وَقَدْ أَغْتَدِي والطَّير في وُكنَاتِهَا ... بِمُنْجَرِدٍ قَيدِ الأوابِدِ هَيْكلِ

مِكَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعًا ... كجلمود صخرٍ حطّه السيلُ مِنْ عَلِ

كُمَيتٍ يَزِلُّ اللّبْدُ عن حالِ متنه ... كما زَلّتِ الصّفْواءُ بالْمُتَنَزِّلِ

على الذَّبْلِ جَيّاشٍ كأنّ اهتزامَهُ ... إذا جاشَ فيه حميُهُ غَليُ مِرْجَلِ

مِسَحٍّ إذا ما السَّابِحَاتُ على الوَنَيَ ... أَثَرن الغُبَارَ بالكَديدِ الْمُرَكَّلِ

يُزِلّ الغُلامَ الْخِفَّ على صَهَواتِهِ ... ويُلْوي بأَثْوَاب العَنيفِ الْمُثَقَّلِ

دَريرٍ كَخُذْروفِ الوليدِ أمَرّهُ ... تتابُعُ كَفَّيهِ بِخَيْطٍ مُوَصَّلِ

مذکورہ اشعار میں گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔